علمائے سلف اور وقت کی قدر و قیمت

جناب شیخ نذیر حسین صاحب - دائرۃ معارف اسلامیہ - جامعہ پنجاب - لاہور

(شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شام کے نامور فاضل محقق اور جلیل القدر محدث ہیں اور آج کل الریاض کے کلیۃ الشریعہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں - موصوف کو ہندوستانی علماء مثلاً مولانا عبدالحی فرنگی محلی ، مولانا انور شاہ اور مولانا ظفر احمد تھانوی مرحومین کے علاوہ اکابر علمائے اسلام کی تصانیف سے بڑی دلچسپی ہے اور ان کو تحقیق و تصحیح اور تحشیہ کے جملہ لوازمات سے اعلیٰ معیار پر شائع کرتے رہتے ہیں -

چند برس ہوئے کہ انہوں نے جامع ریاض میں "علمائے سلف اور وقت کی قدر و قیمت" پر چند خطبات دیئے تھے جو" قیمۃ الزمن عند العلماء" کے عنوان سے ایک کتابچے کی شکل میں شائع ہوئے ہیں - قارئین ترجمان القرآن کی دلچسپی کے لیے اردو میں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے - نذیر حسین)

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حدِ شمار سے باہر ہیں - ان میں علم اور جسم میں کشادگی اور مال و دولت کی فراوانی ہے - صحت و عافیت کی ارزانی ہے اور فرصتِ وقت سے فائدہ اٹھانا بھی ہے - زمانے (وقت) کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے - ارشادِ باری تعالیٰ ہے : وَالْعَصْرِ. اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ یعنی قسم ہے زمانے کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے - خسران اور محرومی ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے وقت کی قدر نہ کی اور ساری فرصتِ عمر برباد کر دی - عمرِ انسانی

کے لمحات دیکھتے دیکھتے گذر جاتے ہیں اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: عصر زمانہ، وہی ظرف ہے جس کے اندر حیرت انگیز واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر انسان سب کچھ کرتا ہے اور تنگی و ترشی، سختی و نرمی، تنگ دستی اور فراخ دستی اس پہ گذرتی ہے، لہٰذا عمرِ انسانی کے اوقات بہت ہی قیمتی ہیں۔
(مفاتیح الغیب، جلد ۳۲، ص ۸۴)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن سے لوگ کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اور وہ صحت اور فرصتِ وقت ہے۔

امام ابن قیم نے زاد المعاد میں وقت اور اس کی قدر و قیمت پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت دیکھتے ہی دیکھتے گذر جاتا ہے، جس کا تدارک ناممکن ہے، اس کو کسی قیمت پر واپس نہیں لایا جا سکتا۔ فرصتِ وقت ضائع کرنے والا ساری عمر ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ اور اس پر ندامت بھی مزید وقت کے ضائع کرنے کے مترادف ہے، اس لیے جب موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو سوائے حسرت و محرومی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

وقت کی پوری پوری قدر کرنا اور عمرِ عزیز کے ایک ایک لمحے سے فائدہ اٹھانا سلفِ صالحین کا شعار رہا ہے۔ علمائے سلف تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، دعوت و تذکیر، ذکر و عبادت اور خلقِ خدا کی خدمت اور راحت رسانی میں لگے رہتے تھے۔ ان میں سے بعض اکابر کے حالات و واقعات موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

عامر بن عبد قیس ایک زاہد مرتاض تابعی تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: آؤ بیٹھ کر باتیں کریں، انہوں نے جواب دیا تو پھر سورج کو بھی ٹھہرا لو، یعنی زمانہ تو ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور گذرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا ہے، اس لیے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

امام ابو یوسف قاضیؒ (۱۱۳ تا ۱۸۲ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگردِ رشید اور قاضی القضاۃ تھے۔ انہوں نے تین خلفائے عباسیہ یعنی مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کا زمانہ پایا تھا۔ ان کی فقہ و فتاویٰ کی بیشتر دنیائے اسلام پر حکمرانی تھی۔ وہ آخری دفعہ بیمار ہوئے تو ان کے ایک شاگرد ابراہیم

بن الجراح ان کی عیادت کو گئے، جب کہ اُن پر بے ہوشی طاری تھی۔ جب ذرا ہوش آیا تو امام ابو یوسف نے ابراہیم سے پوچھا کہ حج میں رمیِ جمار (کنکریاں مارنا) پیدل افضل ہے یا سوار ہو کر۔ ابراہیم نے متعجب ہو کر کہا کہ آپ اس نازک وقت میں بھی علمی مسائل کی تحقیق میں مصروف ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ کوئی مضائقہ نہیں، شاید یہ بات کسی کے کام آسکے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی رائے ظاہر کی اور امام صاحب نے اپنی تحقیق بیان کی۔ اس کے بعد امام صاحب پر حالتِ نزع طاری ہونے لگی تو میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں اُن کے گھر سے باہر نکلا ہی تھا کہ گھر سے رونے اور چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ میرے باہر نکلتے ہی ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ابو یوسفؒ نے مہد سے لے کر لحد تک تحصیلِ علم کی عملی مثال پیش کر دی۔

شیخ محمد بن سلام البیکندی (م ۲۲۷ھ) کا شمار امام بخاریؒ کے شیوخ میں ہے۔ حافظ محمود العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اُن کا قلم ٹوٹ گیا تو انہوں نے صدا لگائی کہ مجھ کو نیا قلم ایک دینار میں کوئی دیتا ہے۔ لوگوں نے ان پر نئے قلموں کی بارش کر دی۔ یہ تھا ہمارے علمائے سلف کی دریا دلی کا حال کہ وہ ایک قلم کو ایک دینار کے بدلے خرید لیتے ہیں، تاکہ لکھتے لکھتے ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو اور ان کے خیالات کا تسلسل جاری رہے۔

"تاریخِ بغداد" کے مشہور مصنف خطیب بغدادی ابوالعباس المبرد کے حوالے سے اپنی کتاب تقیید العلم (ص ۱۳۹) میں لکھتے ہیں کہ میں نے تین آدمیوں سے زیادہ کسی کو علم کا حریص نہیں پایا — اور وہ امام ادب جاحظ (۱۶۳ تا ۲۵۵ھ)، مشہور ادیب اور شاعر فتح بن خاقان (م ۲۴۷ھ) اور فقہ مالکی کے امام اسماعیل بن اسحاق تھے۔ جاحظ کتاب فروشوں کی دو کانیں کرایہ پر لے کر ساری رات کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ فتح بن خاقان خلیفہ عباسی المتوکل کا وزیر تھا۔ وہ اپنی آستین میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتا تھا۔ اور جب بھی اُسے سرکاری کاموں سے ذرا فرصت ملتی تو وہ کتاب آستین سے نکال کر پڑھنے لگ جاتا تھا۔ رہا اسماعیل بن اسحاق القاضی تو جب بھی ہم اس کے گھر جاتے تو اس کو لکھنے پڑھنے میں مصروف پاتے۔

امام ابن جریر طبری (م ۲۲۴ تا ۳۱۰ھ) نے ۸۶ برس کی عمر پائی۔ ان کی عادت تھی کہ وہ ہر روز چودہ ورقے لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کی مشہور عالم تفسیر اور تاریخ کے صفحات کی تعداد آٹھ ہزار

کے قریب ہو گی۔

ان کے شاگرد قاضی ابوبکر بن کامل ان کے نظام الاوقات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں،

"ابن جریر طبری، ظہر کی نماز گھر میں پڑھ کر عصر تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد نمازِ عصر پڑھنے مسجد میں چلے جاتے، نماز سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مغرب تک منہمک رہتے، پھر عشاء تک فقہ کا درس دینے اور نماز ادا کرنے کے بعد گھر چلے آتے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اوقات کو دین اور خلقِ خدا کی خدمت میں تقسیم کر رکھا تھا۔"

استاد محمد کرد علی نے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری نے اپنی عمر عزیز کا ایک لمحہ بھی افادے اور استفادے کے بغیر ضائع نہیں کیا۔ بعض معتبر شاہدوں نے بیان کیا ہے کہ آخری وقت کسی نے ان کو امام جعفر بن محمد کی ایک دعا بتلائی، امام طبریؒ نے کاغذ اور دوات منگوا کر یہ دعا لکھ لی۔ ایک گھڑی کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

ابوریحان بیرونی (م ۳۶۲ تا ۴۴۰ھ) پانچ زبانوں یعنی عربی، سریانی، فارسی، سنسکرت اور ہندی کا ماہر اور علم ہیئت اور طب، ریاضی، ادب، لغت اور تاریخ میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ مشہور مستشرق زخاؤ نے لکھا ہے کہ البیرونی فاضلِ یگانہ تھا۔

سارٹن نے تاریخ العلوم میں البیرونی کو دنیا کے بہت بڑے عالموں میں شمار کیا ہے۔ اس کے شوقِ علم کا یہ حال تھا کہ وہ مرنے سے چند منٹ پیشتر ایک فقیہ سے جو ان کی مزاج پرسی کے لیے آیا ہوا تھا، علم الفرائض کا ایک مسئلہ پوچھ رہا تھا۔

امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی (۴۱۹ تا ۴۷۸ھ)، امامِ فقہ، مشہور متکلم اور امام غزالی کے استاد تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں سونے اور کھانے کا عادی نہیں ہوں۔ مجھ کو دن اور رات میں جب بھی نیند آ جاتی ہے سو جاتا ہوں اور جس وقت بھوک لگتی ہے کھانا کھا لیتا ہوں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا پڑھنا اور پڑھانا تھا۔ ایک دفعہ قیروان (تونس) سے ایک نحوی آئے تو امام الحرمین نے سبب کہ ان کی عمر پچاس سے اوپر ہو چکی تھی اور وہ خود مرجعِ خلائق تھے، اس عالمِ نحو سے ایک

کتاب درساً پڑھی۔

اب ہم دو عظیم المقدر حنبلی علماء کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے خود کو درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و نصیحت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اور وہ امام ابوالوفا ابن عقیل اور ان کے نامور شاگرد ابن جوزی ہیں۔ ابن عقیل (م ۴۳۱ تا ۵۱۳ھ) اپنے زمانے کے ممتاز ترین فاضل اور فہم و ذکاوت میں عدیم النظیر تھے۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون میں بہت سی کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں ایک کتاب "الفنون"[1] خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، جو ابن رجب کے مطابق اسّی جلدوں میں تھی۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب ابن عقیل کا آخری وقت آگیا اور ان کی سانس اُکھڑنے لگی تو گھر والے رونے لگے۔ انہوں نے کہا: "میں پچاس برس سے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے فتویٰ نویسی کر رہا ہوں اور اب مجھ کو امن و چین سے اللہ کے حضور حاضر ہونے دو۔" انہوں نے مرنے کے بعد کپڑوں اور کتابوں کے سوا کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا۔ کفن و دفن کے اخراجات گھر سے بمشکل پورے ہو سکے۔

ابن جوزی (۵۰۸ تا ۵۹۷ھ) کے بارے میں ابن رجب حنبلی نے امام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن جوزی کی چھوٹی اور بڑی کتابوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ وہ اپنی عمر کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتے تھے۔ مطالعہ و تحقیق، تصنیف و تالیف اور وعظ و تذکیر سے ان کی طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ وہ قلم کے تراشے سنبھال کر رکھ چھوڑتے تھے، چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان تراشوں سے پانی گرم کر کے ان کو غسل دیا گیا۔ وہ صید الخاطر میں (جو اُن کی زندگی کا دلچسپ روزنامچہ ہے) ان لوگوں پر کفِ افسوس ملتے ہوئے نظر آتے ہیں، جو کھیل تماشے میں لگے رہتے ہیں، اِدھر اُدھر بلامقصد گھومتے رہتے ہیں، بازاروں میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو گھورتے رہتے ہیں اور قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ پر رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔

امام فخرالدین رازی (۵۴۳ تا ۶۰۶ھ) کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو سے کم نہ ہوگی۔ صرف تفسیر کبیر تیس جلدوں میں ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ کھانے پینے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے، میں ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہتا ہوں۔

[1] اب "الفنون" کے چند اجزا شائع ہو گئے۔

امام نووی (محی الدین ابو زکریا، ۶۳۱ تا ۶۷۶ھ) شیخ الاسلام، حافظِ حدیث، اور بڑے اللہ والے تھے۔ وہ ایک دن میں بارہ اساتذہ سے علمِ حدیث، علمِ فقہ، اُصول فقہ، نحو اور ادب وغیرہ کا درس لیتے تھے۔ انھوں نے اتنی تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ابنِ نفیس (علاء الدین ابن حزم) دمشقی (۶۱۰ تا ۶۸۷ھ) علم طب کے امام تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے انسانی جسم میں دورانِ خون کا انکشاف کیا تھا۔ ان کے گھر کا دروازہ ہمیشہ غریب و امیر، طلبہ و حاجت مندوں اور مریضوں کے لیے کھلا رہتا تھا۔ عمر بھر شادی نہیں کی اور سارا مال و متاع حتیٰ کہ کتابیں بھی بیمارستان (ہسپتال) منصوری پر وقف کر دیں۔ جب وہ آخری بار بیمار ہوئے اور بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی تو ان کے بعض شاگردوں نے صحت یابی کے لیے شراب تجویز کی ___ ابن نفیس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حال میں حاضر نہیں ہونا چاہتا کہ میرے پیٹ میں شراب کا ایک قطرہ بھی ہو۔ ان کی خاکساری اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ وہ شاگردوں کو سند دیتے وقت اپنے نام کے ساتھ "ایک اناڑی طبیب" بھی لکھ دیا کرتے تھے، حالانکہ وہ اپنے زمانے کے رئیس الاطبا تھے۔

صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات میں لکھا ہے کہ ابن نفیس اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود لکھنے پڑھنے کے لیے بھی وقت نکال لیتے تھے۔ انھوں نے طب کے علاوہ علمِ فقہ میں بھی بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کا دستور تھا کہ وہ لکھتے وقت دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے اور کتاب دیکھے بغیر سیلِ رواں کی طرح لکھتے جاتے تھے۔ ان کے پاس قلموں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ ایک قلم گھِس جاتا تو وہ فوراً دوسرا قلم لے کر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔

ساتویں، آٹھویں صدی ہجری کی ایک ممتاز اور یگانہ روزگار شخصیت امام ابن تیمیہؒ ہیں۔ وہ اپنے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے تھے۔ اگر ان کے دن پڑھنے پڑھانے، مناظرے و مذاکرے اور دعوت و تذکیر میں صرف ہوتے تھے تو راتیں تلاوت و نوافل اور اللہ کے ذکر میں گزرتی تھیں۔ بعض تفردات کی وجہ سے انھیں قید و بند کے مصائب سے بھی گزرنا پڑا۔ انھوں نے تاتاریوں کے خلاف جہاد میں بھی قائدانہ حصہ لیا تھا۔ اور ان کو شکست فاش دی تھی۔ آلام و مصائب سے بھرپور زندگی کا تقاضا تھا کہ وہ تصنیف و تالیف سے دلچسپی نہ رکھتے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اُن کی چھوٹی

بڑی کتابوں اور رسائل و فتاویٰ کی تعداد ساڑھے تین سو سے زیادہ ہے۔ ان کے محبوب شاگرد امام ابن قیم نے ان کی تصانیف کی فہرست بائیس صفحات میں لکھی ہے جو مشہور شامی فاضل صلاح الدین المنجد کی علمی کاوش سے شائع ہو چکی ہے۔

کثیر التصانیف مصنفین میں خطیب بغدادی، ابن عساکر مصنف تاریخ دمشق، ابن حزم اندلسی، الذہبی، السیوطی، بدر عینی اور حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جو تعلیم و تدریس اور وعظ و نصیحت کی مشغولیتوں کے باوجود تصنیف و تالیف اور ذکر و عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ان میں بعض علماء قلم تراشنے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی زبانی تلاوت بھی کرتے رہتے تھے۔

متاخرین میں سے علامہ شہاب الدین محمود آلوسی مشہور مفسر قرآن نے اپنی رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلے حصے میں آرام و استراحت فرماتے تھے، دوسرے میں اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور تیسرے میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔ وہ رات کے پچھلے پہر میں اتنا کچھ لکھ لیتے تھے، جسے ان کے کاتب سارا سارا دن لکھتے رہتے تھے۔ اسی دور میں سید مرتضیٰ بلگرامی شارح قاموس و احیاء علوم الدین اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی بھی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ عوام الناس کی دینی رہنمائی اور علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ہم مولانا اشرف علی تھانوی کے ذکر پر اس موضوع کا اختتام کرتے ہیں، جن کی چھوٹی بڑی کتابوں اور رسائل اور مواعظ کی تعداد ایک سو سے اوپر ہے۔

نئی نسل کی رہنمائی اور وقت کی صحیح قدر و قیمت کی پہچان اور اس کے بہترین استعمال کے لیے ہم نے چند اکابرِ اسلام کے سبق آموز حالات اوپر لکھ دیے ہیں۔ ورنہ یہ موضوع بحرِ ناپیدا کنار ہے، جس کے لیے متعدد تصانیف بھی ناکافی ہیں۔

آخر میں ہم اخوان المسلمون کے مرشدِ عام امام حسن البنا کا ایک مقولہ لکھ دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "جس نے وقت کا حق پہچان لیا اس نے زندگی کی حقیقت پا لی، کیونکہ وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔"